17- سُورَۃُ بَنِیٓ اِسۡرَاءِیۡلَ

آیات : 111 ...... مَکِّیَّۃ ...... پیراگراف : 10

زمانۂ نزول:

سورۃ ﴿بنی اسرائیل﴾ کا دوسرا نام ﴿سورۃُ الاسراءِ﴾ ہے۔
﴿اِسرَاء﴾ کا مطلب رات کا سفر ہے، (جو خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک جانے اور پھر لوٹنے پر مشتمل تھا)۔
یہ سورت معراج کے موقع پر، غالباً 12 نبوی میں، ہجرت سے ایک سال پہلے نازل ہوئی، جب قریشی قیادت رسول اللہ ﷺ کے خلاف اِخراج اور قتل کی سازشیں کر رہی تھی۔ معراج کے سفر کے موقع پر، حضرت جبریلؑ نے رسول ﷺ کو مدینہ منورہ بھی دکھایا، جس کی طرف ہجرت کا اشارہ، آیت نمبر 80 میں موجود ہے۔ صحیح اقوال کے مطابق معراج کا واقعہ، رجب 12 نبوی میں پیش آیا تھا۔

سورۃ بنی اسرائیل کے فضائل

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَنَامُ عَلٰى فِرَاشِهٖ حَتّٰى يَقْرَأَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ وَالزُّمَرَ﴾

"رسول اللہ ﷺ سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الزمر کی تلاوت کے بغیر، اپنے بستر پر نہیں سوتے تھے۔"

(سنن ترمذی: کتاب فضائلِ قرآن، حدیث 2,920، حسن غریب)

سورۃ بنی اسرائیل کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورت ﴿النحل﴾ میں ہجرتِ مدینہ کی پیش گوئی اور فضیلت تھی۔ (آیات: 41 اور 110)
یہاں سورۃ بنی اسرائیل میں با قاعدہ ہجرت کی دُعا سکھائی گئی ہے (آیات 80 اور 81)۔

2۔ سورت بنی اسرائیل میں ہجرتِ مدینہ کے بعد، اسلامی حکومت کے قیام کی بشارت بھی ہے اور اس کے بنیادی اُصولوں کی وضاحت بھی۔

علاوہ ازیں تورات کے اَحکامِ عشرہ کی طرح، آخری اُمت کو احکام دیے گئے ہیں، تاکہ ایک اسلامی معاشرے اور ریاست کی بنیاد رکھی جا سکے۔

3۔ اگلی سورت ﴿الکہف﴾ میں بتایا گیا کہ نزولِ قرآن کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بنی اسرائیل کے اہلِ کتاب کو متنبہ اور خبردار کیا جائے کہ انہوں نے اللہ کے لیے اولاد تجویز کر لی ہے۔
﴿ وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ (آیت: 4)۔
یہاں سورت ﴿بنی اسرائیل﴾ میں ان کے عروج و زوال کی مختصر روداد بیان کی گئی ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ بنی اسرائیل میں قرآنِ مجید کی خصوصیات اور فضائل کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں مشرکین کے رویے بھی بیان کیے گئے۔

(a) قرآن ایک ایسے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے، جو بالکل سیدھا ہے۔
﴿إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ﴾ (آیت: 9)۔

(b) قرآن میں لوگوں کی تذکیر و نصیحت کے لیے ﴿تصریف﴾ سے کام لیا گیا ہے۔ اس کے باوجود کافروں کی نفرت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ (آیت: 41)

﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴾

(c) قرآن میں ﴿تصریف﴾ کے ذریعے حکیمانہ حقیقتیں بیان کر کے انسانوں پر اتمامِ حجت کردی گئی ہے۔ ﴿تصریف﴾ کا مطلب مختلف اسالیب اور مختلف پیرایوں میں ایک ہی بات کو مختلف طریقوں سے بیان کرنا ہے، اس کے باوجود اکثر لوگ انکار کی روش پر قائم ہیں۔ (آیت:89)

﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ، فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴾

(d) قرآن ایک دودھاری تلوار ہے۔ مؤمنین کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن ظالمین کے نقصان میں اضافے کا سبب ہے۔

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ، وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴾ (آیت:82)۔

(e) قرآن صرف مؤمنینِ آخرت کے لیے ہدایت ہے، ﴿منکرینِ آخرت﴾ کے لیے حجاب بن جاتا ہے۔

﴿ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴾ (آیت:45)

(f) نمازِ فجر کی تلاوتِ قرآن کی گواہی کے لیے فرشتے حاضری دیتے ہیں۔ ﴿ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّیْلِ، وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ، اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴾ (آیت:78)۔

(g) قرآنِ مجید کو لوحِ محفوظ سے رسول کریم ﷺ کے قلبِ اطہر پر تھوڑا تھوڑا کر کے تیئیس (23) سال کے عرصے میں نہایت اہتمام سے اتارا گیا ہے، تاکہ آپ ﷺ صحابہؓ کو ٹھہر ٹھہر کر قرآن سناتے جائیں۔

﴿ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ، وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ﴾ (آیت:106)۔

(h) قرآن میں جب صرف ایک خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو مشرک لوگ نفرت سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔

﴿ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ، وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴾ (آیت:46)۔

(i) مشرکینِ مکہ نے واقعۂ معراج اور قرآن میں بیان کردہ دوزخ کے نچلے حصے میں اگنے والے درخت ﴿زقوم﴾ کا مذاق اڑایا۔

اللہ نے انہیں خانۂ کعبہ کی تولیت سے معزولی اور دوزخ کی سزا سے ڈرایا، لیکن ان کی سرکشی اور طغیانی میں اور اضافہ ہوتا گیا۔

﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ، وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ وَنُخَوِّفُهُمْ، فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا ﴾ (آیت:60)۔

(j) قرآن کا چیلنج ہے کہ تمام انسان اور تمام جنات ایک دوسرے کے مددگار بن کر قرآن کی طرح کا کوئی کلام تصنیف

کرنا چاہیں تو ہرگز نہیں کر سکتے، کیونکہ ﴿خالق کا کلام﴾ بھی ﴿مخلوق کے کلام﴾ کی طرح ہرگز نہیں ہوسکتا۔

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ ، لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ ، وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ (آیت:88)۔

2۔ سورۃ ﴿بنی اسرائیل﴾ میں ایک خاص لفظ ﴿اِستِفزَاز﴾ تین (3) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

﴿اِستِفزَاز﴾ کا لفظ صرف اسی سورت میں استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کا مطلب زمین سے بے دخل کرنا اور جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے۔

(a) اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو چیلنج کیا کہ وہ اپنی دعوت سے حسبِ استطاعت انسانوں کو اللہ کی اِطاعت سے بے دخل کرنے کی کوشش کر دیکھے ، ان پر اپنی پیادہ اور گھڑ سوار فوج سے حملہ کر کے دیکھے ، ان کے اَموال واولاد میں ساجھی بن جائے اور انہیں جھوٹے وعدوں کے فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے (لیکن اللہ کے نیک بندوں پر ابلیس کے ان سارے ہتھکنڈوں کا زور نہیں چل سکے گا)۔

﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ ، وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ ، وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ، وَعِدْهُمْ ، وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ (آیت:64)۔

(b) فرعون ایسا ظالم ڈکٹیٹر تھا، جو بنی اسرائیل کو مصر کی سرزمین میں جڑ سے اکھاڑنا چاہتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے فوجی کمانڈروں کو غرق کر کے ہلاک کر دیا۔ ﴿فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا﴾ (آیت:103)۔

(c) قریشِ مکہ بھی (فرعون کی طرح) رسول اللہ ﷺ کو مکے کی سرزمین سے ﴿اِستِفزَاز﴾ بے دخل (Up-root) کرنا چاہتے تھے ، انہیں خبردار کیا گیا کہ ایسی صورت میں یہ بھی بہت دیر تک آپ کے بعد اپنے قدم نہیں جما سکیں گے۔

﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا ، وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (آیت:76)

3۔ ﴿بنی اسرائیل﴾ کے خلاف فردِ جرم اور انہیں دعوتِ اسلام۔

(a) بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر ﴿توراۃ﴾ نازل کی کہ اللہ کے علاوہ کسی کو ﴿وکیل﴾ بنا کر شرک نہ کیا جائے۔ (آیت:2)

﴿وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ، وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ، اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِىْ وَكِيْلًا﴾

(b) بنی اسرائیل کو بتا دیا گیا تھا کہ وہ زمین پر دو مرتبہ فساد برپا کریں گے اور تکبر اور بڑائی کا مظاہرہ کریں گے۔

﴿وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ ، لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ ، وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا

كَبِيْرًا﴾ (آیت:4)۔

(c) بنی اسرائیل اچھی طرح جانتے ہیں کہ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ کو ایک سحرزدہ ﴿مسحور﴾ آدمی قرار دیا تھا، حالانکہ وہ نو (9) معجزات لے کر آئے تھے۔ ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ، فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ، فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا﴾ (آیت:101)۔ یہی اعتراض بعد میں رسول اللہ ﷺ پر کیا گیا کہ وہ بھی ایک سحرزدہ ﴿مَسْحُوْر﴾ شخص ہیں۔ (آیت:47)

(d) بنی اسرائیل سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب آخرت کے وعدے کا وقت آجائے گا تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کر کے لائے گا۔ ﴿وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ، فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ، جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا﴾ (آیت:104)

4۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ﴿آخرت کے امکان پر تعجب﴾ اور اس کی سزا بھی بیان کردی گئی۔

(a) ﴿منکرینِ آخرت﴾ تعجب کرتے تھے کہ جب ہم بوسیدہ ہڈیاں اور چورا چورا ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے بنا کر اٹھائے جائیں گے؟

﴿وَقَالُوْٓا: ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا؟ ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا؟﴾ (آیت:49)۔

(b) ﴿منکرینِ آخرت﴾ کو اوندھے منہ دوزخ کی آگ میں داخل کیا جائے گا۔ (آیت:98)

﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا: ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا؟ ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا؟﴾

5۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ﴿وکیل﴾ کے لفظ کا استعمال۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ﴿وکیل﴾ کا بار بار استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ سرپرست اور کارساز کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جس پر کامل بھروسہ اور ﴿توکّل﴾ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی مکمل اختیارات رکھتا ہے۔ ایسے اختیارات کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں ہیں۔ لہٰذا اسی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ رحمت اور عذاب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی ناگہانی آفات سے بچا سکتا ہے۔ یہ توحید اختیار کا مضمون ہے۔

(a) اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو صاف بتادیا کہ میرے خاص بندوں پر تیرا زور نہیں چلے گا اور اللہ تعالیٰ کا اختیار سب پر حاوی ہے اور وہی ﴿وکیل﴾ بنائے جانے کا حق دار ہے۔ انسانوں کے لیے اس کی سرپرستی کفایت کرتی ہے۔

﴿وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا﴾ (آیت:65)۔

(b) تورات میں بنی اسرائیل کو ہدایت کی گئی تھی کہ اللہ کے علاوہ کسی کو ﴿وکیل﴾ یعنی بااختیار اور کارساز نہ بنایا جائے۔ یہ توحید اختیار کا مطالبہ تھا۔

﴿ اَلَّا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي وَكِيلًا ﴾ (آیت:2)۔

(c) اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی کہ اگر وہ کسی ناگہانی عذاب سے دوچار کردے تو پھر تم لوگ اپنے لیے کوئی ﴿وکیل﴾ یعنی بچانے والا نہیں پاسکتے۔

﴿ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُم وَكِيلًا ﴾ (آیت:68)۔

(d) رسول کریم ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ بھی مشرکینِ مکہ پر ﴿وکیل﴾ نہیں ہیں، عذاب وثواب کا اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ہی رحم یا عذاب کا اختیار رکھتا ہے۔ ﴿ وَمَا اَرسَلنٰكَ عَلَيهِم وَكِيلًا ﴾ (آیت:54)۔

(e) رسول کریم ﷺ کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو آپؐ پر نازل کردہ وحی کو بھی چھین سکتا ہے، پھر خود رسول اللہ ﷺ بھی اللہ کے مقابلے میں کسی اور ہستی کو ﴿وکیل﴾ نہیں پاسکتے (جو چھینی ہوئی وحی کو واپس دلا سکے)۔ ﴿ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَينَا وَكِيلًا ﴾ (آیت:86)۔

سورۃ بنی اسرائیل کا نظمِ جلی

سورۃ بنی اسرائیل دس (10) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 10: پہلے پیراگراف میں، بنی اسرائیل کے عروج وزوال کی تاریخ بتا کر انہیں اور مشرکینِ مکہ کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے اور فتح مکہ اور فتح بیت المقدس کی بشارت بھی۔

﴿اسراء﴾ کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کو بہت سارے مشاہدات سے نوازا گیا۔ قریشی قیادت کو سمجھایا گیا کہ انہیں بنی اسرائیل کے عروج وزوال سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ بنی اسرائیل کو خالص توحید اختیار کرنے اور اللہ ہی کو ﴿وکیل﴾ بنانے کی ہدایت کی گئی تھی، لیکن وہ ناشکرے تھے۔ انہوں نے دو (2) بار فساد برپا کیا۔

(a) حضرت طالوتؑ، حضرت داودؑ اور حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں (1,004 تا 926 قبل مسیح) انہیں عروج حاصل تھا پھر ان میں شرک، قبائلی عصبیت اور دیگر برائیاں پیدا ہوتی گئیں۔ ان کی بداعمالیوں کے سبب آشوریوں نے 721 قبل مسیح میں دولتِ اسرائیل کا خاتمہ کر دیا۔ ہزاروں اسرائیلی قتل کیے گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کرتے ہوئے ان کے مال واولاد میں اضافہ کیا اور ایک مشروط پیش کش کی کہ سدھر جاؤ، یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔

﴿اِن اَحسَنتُم اَحسَنتُم لِاَنفُسِكُم ، وَاِن اَسَاتُم فَلَهَا﴾ لیکن انہوں نے دوسری مرتبہ فساد برپا کیا۔

(b) حضرت یحییٰؑ کو قتل کر دیا۔ حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے کی کوشش کی اور دیگر کئی برائیوں میں گرفتار ہو گئے۔ جس کی پاداش میں رومی سلطنت کے فرماں روا ٹائٹس (Titus) نے 70 عیسوی میں ہزاروں لوگوں کو قتل کر کے بیت المقدس کو تباہ وتاراج کر دیا۔ قرآن مجید کے نزول کے بعد انہیں وارننگ دی گئی ﴿وَاِن عُدتُّم عُدنَا﴾ کہ اگر

اب بھی تم فساد برپا کرو گے تو دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہو جاؤ گے اور مرنے کے بعد داخلِ جہنم ہو کر رہو گے۔

2- آیات 11 تا 22 :دوسرے پیراگراف میں، انسان کی کامیابی اور ہلاکت کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔

انسان کی کامیابی اور ناکامی کے اصول بیان کرتے ہوئے کہا گیا کہ ہر انسان کے گلے میں اس کی اچھی اور بری تقدیر لٹک رہی ہے۔اسے خیر وشر کی آزادی حاصل ہے۔ہدایت قبول کرلے گا تو اس کا اپنا فائدہ ہوگا، گمراہ ہونے پر اس کا اپنا نقصان ہے۔﴿ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ﴾۔

قوموں کی ہلاکت کے دو (2) اصول بیان کیے گئے۔ پہلا یہ کہ رسول کی بعثت اور اتمام حجت کے بغیر قوموں کو ہلاک نہیں کیا جاتا۔دوسرا یہ کہ ہلاکت سے پہلے قوم کے ﴿مُتْرَفِيْن﴾ یعنی خوشحال قیادت کو نیکی کے احکام دیے جاتے ہیں، لیکن جب وہ ان احکام کی نافرمانی کرتے ہیں تو انہیں تباہ وتاراج کردیا جاتا ہے۔مادہ پرستوں کے لیے دوزخ ہے۔ایمان لاکر نیک اعمال کی کوشش کرنے والوں کے لیے جنت۔آخرت کی زندگی درجات کے اعتبار سے زیادہ بڑی اور فضیلت رکھنے والی ہے، لہٰذا انسان کو عقیدۂ توحید قبول کرکے آخرت پر ایمان لانا چاہیے اور نیک اعمال کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

3- آیات 23 تا 39 :تیسرے پیراگراف میں، اسلامی معاشرے اور اسلامی ریاست کے بنیادی اُصول بیان کیے گئے۔

اس حصے میں تورات کے احکامِ عشرہ کی طرح، دین کی بنیادی تعلیمات کی وضاحت کی گئی۔

اسلامی معاشرے اور ریاست کی بنیاد ﴿عقیدۂ توحید﴾ پر ہے، چنانچہ اس پیراگراف کا آغاز اور اختتام توحید کی دعوت پر ہوا ہے۔توحید اللہ کا حق ہے۔اللہ کے بعد ﴿والدین کے حقوق﴾ ہیں، جن سے حسنِ سلوک لازمی ہے۔والدین کے بعد ﴿رشتہ داروں﴾ کے ساتھ حسنِ سلوک ضروری ہے۔﴿فضول خرچی﴾ سے بچنے کا حکم دیا گیا، ورنہ رشتہ داروں کے حقوق ادا نہیں کیے جاسکتے۔قتلِ اولاد کو حرام ٹھہرایا گیا اور اس کے ساتھ زنا کو بھی۔اسلام نے نکاح کی ترغیب دی ہے، جس سے ایک صالح معاشرہ قائم ہوتا ہے۔قتلِ نفس کو حرام ٹھہرایا گیا۔مظلوم مقتول کے ورثاء کی سرپرستی اور یتیموں کے مال کی حفاظت کو اخلاقی اور قانونی طور پر فرض قرار دیا گیا۔عہد کی پاسداری کا حکم دیا گیا۔روزِ قیامت کان آنکھ اور دل ودماغ کی بازپرس ہوگی۔ناپ تول میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا۔علم کے بغیر کسی چیز کے پیچھے لگنے سے منع کرکے اوہام، شبہات، قیاس وگمان اور بے بنیاد الزامات کا دروازہ بند کردیا گیا۔زمین پر اکڑ کر چلنے اور اقتدار کے نشے میں گرفتار ہونے سے روکا گیا، پھر آخر میں توحید کے مضمون کا اعادہ کرتے ہوئے شرک کی مذمت کی گئی اور اس کی سزا جہنم بتائی گئی۔

4- آیات 40 تا 60 :چوتھے پیراگراف میں، مشرکینِ مکہ کے عقائد کی تردید اور ان کے اعتراضات کا جواب دیا گیا۔

(a) عقیدۂ شرک کی تردید کی گئی کہ اہلِ کتاب ﴿اللہ کے بیٹے﴾ تجویز کرتے ہیں اور مشرکینِ مکہ فرشتوں کو ﴿اللہ کی

بیٹیاں ﴾ سمجھتے تھے۔ قرآن کی دعوتِ توحید کو سن کر ان کی نفرت میں اضافہ ہوتا ہے (آیت: 41)۔ انہیں توحید کی عقلی دلیل فراہم کی گئی کہ اللہ کے ساتھ اور خدا ہوتے تو وہ عرش والے پر تسلط کی کوشش کرتے۔ اللہ کی بے عیب ذات ان الزامات سے پاک ہے، کائنات کی ہر چیز اس کی بے عیبی اور سبحانیت کا اعتراف کر رہی ہے، لیکن آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے مشرکینِ مکہ کے لیے توحید کی یہ دعوت حجاب بن گئی ہے، اُلٹا وہ نبی کریم ﷺ کو بھی، حضرت موسیٰ کی طرح سحرزدہ ﴿ مَسۡحُورٗا ﴾ آدمی کہہ رہے ہیں (آیت: 47)۔

(b) مشرکینِ مکہ امکانِ آخرت پر حیرت اور تعجب کا اظہار کرتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں دوبارہ کس طرح زندہ کی جا سکتی ہیں؟ (آیت: 49) انہیں عقلی جواب دیا گیا کہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا، یا کوئی اور چیز (راکھ، مٹی، دھواں یا عناصر) وہی اللہ، جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، دوبارہ پیدا کرے گا۔ انہوں نے پوچھا کہ کب؟ بتایا گیا کہ قیامت قریب ہے۔

مشرکینِ مکہ کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم بھی کر سکتا ہے اور ان پر عذاب بھی نازل کر سکتا ہے، اللہ ہی ﴿ وکیل ﴾ ہے، رسول اللہ ﷺ کو ان پر ﴿ وکیل ﴾ نہیں بنایا گیا۔ انہیں تاریخ سے سبق لینے اور ہلاک شدہ اقوام سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ فرشتوں اور ﴿ مِن دُونِ اللّٰہ ﴾ کے بارے میں وضاحت کی گئی کہ وہ کسی آفت کو ٹال نہیں سکتے بلکہ وہ خود اللہ کے وسیلے ، تقرب اور اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ سفرِ اسریٰ اور ﴿ زقّوم ﴾ پر مشرکینِ مکہ کے اعتراضات کا جواب دیا گیا کہ یہ ان کے لیے آزمائش اور فتنہ ہیں۔

5- آیات 61 تا 70 : پانچویں پیراگراف میں، ابلیس کے دام اور بنی آدمؑ کی تکریم و تفضیل کا بیان ہے۔

(a) ابلیس نے (جو ایک جن ہے، جسے خیر و شر کی آزادی عطا کی گئی ہے) غرور کا مظاہرہ کرتے ہوئے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ مٹی سے پیدا کیا گیا۔ آدمؑ کی تکریم اور فضیلت پر حسد کرتے ہوئے اس نے عہد کیا کہ وہ آدمؑ کی اولاد کی بیخ کنی کرے گا۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ تیرے تمام پیروکار داخلِ جہنم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو چیلنج کیا کہ (1) تو اپنے شور و غوغا سے ﴿ اِسۡتَفۡزِزۡ ﴾ یعنی انہیں بے دخل کرنے کی کوشش کر لے (2) اپنی پیادہ اور سوار فوج سے حملہ کر کے دیکھ لے (3) ان کی مال و اولاد میں ساجھی بن کر دیکھ لے (4) اور انہیں آرزوؤں کے جال میں پھنسانے کی کوشش کر لے، ﴿ اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ ﴾ میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا۔ ﴿ وکیل ﴾ یعنی کارساز اور بااختیار ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات کافی ہے۔

(b) انسان کی ناشکری کا ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور قدرتوں کو دیکھنے کے باوجود وہ اسے بااختیار اور ﴿ وکیل ﴾ نہیں سمجھتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ زمین میں دھنسا سکتا ہے، طوفانی ہواؤں سے ہلاک کر سکتا ہے، غرق کر سکتا ہے۔

(c) بنی آدم ؑ کی تکریم اور فضیلت: بنی نوعِ انسان کی فضیلت اور تکریم بیان کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے خشکی اور پانی میں سواریاں عطا کیں، پاکیزہ رزق دیا اور اپنی بہت سی دیگر مخلوقات پر نمایاں فضیلت عطا فرمائی۔

6- آیات 71 تا 77: چھٹے پیراگراف میں، رسول ﷺ کے خلاف ﴿ اِستِفزاز فی الارض ﴾ کے منصوبوں کی ناکامی کی بشارت

(a) اس حصے میں قریشی قیادت کی چال بازیوں کا ذکر ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کو مکے سے ﴿ اِستِفزاز ﴾ یعنی بے دخل کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں خبردار کیا گیا کہ روزِ قیامت، قیادت (Leadership) کا احتساب ہوگا، ہر قوم کو اس کے ﴿ امام ﴾ یعنی لیڈر کے ساتھ پکارا جائے گا۔ نامۂ اعمال پڑھائے جائیں گے۔ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

(b) قریشی قیادت کے منصوبوں کو بے نقاب کیا گیا کہ وہ محمد ﷺ کو اللہ کی وحی سے ہٹا کر اپنا پکا دوست بنانا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ اگر اللہ نے ثابت قدمی عطا نہ کی ہوتی تو آپ مشرکین کی طرف جھک جاتے اور دگنے عذاب کے مستحق ہو جاتے۔ پیراگراف کے آخر میں اللہ کی سنت بیان کی گئی کہ جو قوم اپنے رسول کو بے دخل کرتی ہے، وہ خود بھی زیادہ دیر تک ٹک نہیں سکتی۔

7- آیات 78 تا 82: ساتویں پیراگراف میں، نماز، قرآن، تہجد اور تعلق باللہ کی ہدایات ہیں۔

(a) اس حصے میں نماز کی پابندی کے اہتمام کی ہدایت ہے۔ فجر کی مشہود نماز کی خاص تاکید کی گئی کہ یہ حضوری کی نماز ہے۔ نمازِ تہجد میں طویل قراءتِ قرآن کا حکم دیا گیا کہ یہ مقامِ محمود کی ضامن ہے۔

(b) رسول اللہ ﷺ کو مکے سے مدینے کی طرف ﴿ ہجرت کی دعا ﴾ سکھائی گئی اور مدینۂ منورہ میں ایک صالح اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے اللہ کی خاص مدد پر مشتمل، حمایت اور قوت عطا کیے جانے کی دعا بھی سکھائی گئی کہ اب باطل مٹنے والا ہے اور حق دنیا میں پھیلنے والا ہے۔ یہاں مدینۂ منورہ میں اسلامی حکومت کے قیام اور فتحِ مکہ اور ساری دنیا میں اسلام کے پھیلنے کی بشارت ہے۔ یہ ساری کامیابیاں نماز، قرآن اور تعلق باللہ کے نتیجے میں ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔

(c) دودھاری قرآن، اہلِ ایمان کے لیے نہ صرف شفا بلکہ رحمت ہے، جب کہ یہ ظالموں کے نقصان میں اضافہ کرتا ہے۔

8- آیات 83 تا 100: آٹھویں پیراگراف میں، ﴿ مشرکین کے اعتراضات کا جواب ﴾ اور قرآن جیسا کلام لے آنے کا ﴿ چیلنج ﴾ ہے۔

(a) انسانی نفسیات بیان کی گئیں کہ وہ نعمتوں پر پھول جاتا ہے اور آزمائشوں میں مایوس۔ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ قرآن مجید ایک بہت بڑی رحمت اور اللہ کا فضل ہے۔ چیلنج کیا گیا کہ تمام انسان اور تمام جن ایک دوسرے کی معاونت کر کے بھی اس طرح کا کوئی قرآن تصنیف نہیں کر سکتے (آیت: 88)۔

مشرکین کو سمجھایا گیا کہ زندہ معجزہ قرآن کی موجودگی میں، حسّی معجزات کے مطالبہ سراسر احمقانہ ہے۔

(b) مشرکین کے اعتراضات اور مطالبات نقل کیے گئے کہ وہ اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کو رسول تسلیم نہیں کریں گے، جب تک وہ (1) زمین سے کوئی چشمہ پھاڑ کر نہ دکھا دیں (2) انگور اور کھجور کا کوئی باغ آپؐ کے پاس ہو، جس میں نہریں ہوں (3) یا آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا کر دکھائیں (4) یا اللہ کو لا کر دکھائیں (5) یا فرشتوں کو سامنے لا کھڑا کر دیں (6) یا آپؐ کے لیے سونے کا گھر ہو جائے (7) یا آسمان پر چڑھ جائیں (8) پھر کوئی ایسی کتاب اتار کر دکھائیں جسے مشرکین خود پڑھ سکیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ کسی رسول کے پاس ایسے اختیارات نہیں ہوتے۔ یہ اختیار تو صرف اللہ کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ تو ایک انسان بھی ہیں اور رسول بھی ہیں۔

(c) اعتراض کیا گیا کہ کسی فرشتے کو رسول کیوں نہیں بنایا گیا؟ جواب دیا گیا کہ اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو فرشتہ رسول بھیجا جاتا۔ انسانوں کے لیے انسانی رسول بھیجا گیا ہے۔

(d) اعتراض کیا گیا کہ آخرت کیسے ممکن ہے؟ جواب دیا گیا کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا، جو انسان پیدا کر کے دکھا چکا ہے، وہی اسی طرح انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

9- آیات 101 تا 104: نویں پیراگراف میں، ﴿قریشی قیادت﴾ کو بتایا گیا کہ ان کے رویے بھی ﴿فرعون﴾ کی طرح ہیں

(a) اس پیراگراف میں قریش کے لیڈروں کو دھمکی دی گئی ہے کہ فرعون کی طرح ان کی بھی شامت آسکتی ہے۔ ان کے رویے بھی رسول ﷺ کے ساتھ بالکل اسی طرح کے ہیں، جس طرح فرعون کے رویے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھے۔ حضرت موسیٰؑ کو بھی سحر زدہ ﴿مسحور﴾ کہا گیا تھا۔ (آیت: 101)

(b) فرعون نے بھی حضرت موسیٰؑ کے ﴿استفزاز مِنَ الْاَرْضِ﴾ کی کوشش کی تھی، یعنی انہیں زمین سے بے دخل کرنے کی کوشش لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کا ساتھ دینے والی فوجوں کو غرق کر دیا۔ (آیت: 103)

10- آیات 105 تا 111: آخری پیراگراف میں، قرآن پر ایمان لانے اور خالص عقیدۂ توحید اختیار کرنے کی ہدایت ہے

(a) رسول کریم ﷺ کو بشیر و نذیر بنا کر، آپؐ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے بتدریج نازل کیا گیا ہے، تاکہ آپ اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو سنائیں۔

(b) قرآن کے بارے میں اہلِ علم کا رویہ:

مشرکین کو غیرت دلائی گئی کہ اہلِ علم اللہ کی آیات کو سن کر روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں۔ ان کے خشوع میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ کی بے عیبی کا اعتراف کرتے ہیں۔

(c) نماز میں قرآن کو درمیانی آواز کے ساتھ پڑھنے کی ہدایت کی گئی۔

(d) آخری آیت میں اللہ کا شکر ادا کرنے اور اس کی بڑائی اور کبریائی کا اظہار کرنے کی ہدایت کی گئی، جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ اس کی بادشاہت میں کوئی شریک ہے اور نہ وہ ایسا عاجز اور کمزور ہے کہ اسے کسی مددگار اور پشتی بان کی ضرورت ہو۔

مرکزی مضمون

عقیدۂ توحید اور اللہ پر ﴿ تــوکّــل ﴾، ثابت قدمی اور ہجرت کے نتیجے میں ریاستِ مدینہ، فتحِ مکہ اور فتحِ بیت المقدس کی بشارت۔ فرعون کی طرح، قریشی قیادت بھی رسول اللہ ﷺ کا مکے سے ﴿ استِــفْــزاز ﴾ یعنی بے دخلی چاہتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ خود انہیں غیر مستحکم (Up-Root) کردے گا۔